حافظ زبیر علی زئی

انور اوکاڑوی کے جائزے کا جائزہ

آلِ دیوبند کے نام نہاد ''مفتی'' محمد انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

'' اس حدیث **لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** کی مثال ایسی ہے جیسے ایک روایت میں آیا ہے کہ **لا جمعۃ الا بخطبۃ** کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا''

(ماہنامہ الخیر ج ۳۱ ش ۸ ص ۴۳ جولائی ۲۰۱۳ء)

عرض ہے کہ'' **لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** '' والی حدیث صحیح بخاری (۷۵۶) میں ہے اور اس سند میں امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقہ مدلس) کے سماع کی تصریح مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۳۸۸، نسخہ دیوبندیہ: ۳۸۶) وغیرہ میں موجود ہے۔

اس مفہوم ومعنی کی بہت سی روایات ہیں۔مثلاً:

۱: عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۳۹۵[۸۷۸] وجزء القراءۃ بتحقیقی: ۱۱)

۲: عن عائشہ رضی اللہ عنہا (سنن ابن ماجہ: ۸۴۰، مسند احمد ۶/ ۲۷۵)

۳: عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۰، جزء القراءۃ بتحقیقی: ۱۴)

۴: عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۱۰۰)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' **و تواتر الخبر عن النبي ﷺ لا صلٰوۃ إلا بأم القرآن** '' (جزء القراءۃ: ۱۹)

یعنی یہ حدیث متواتر ہے۔

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے اور فرماتے تھے کہ جی ہاں، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے مختلف قلابازیاں کھاتے ہوئے لکھا

ہے: ''...بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن...'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۵۶، پرانا نسخہ ج ۲ ص ۱۴۲)

سبحان اللہ! فہم صحابی اور موقوفِ صحابی تو آلِ دیوبند کے نزدیک حجت نہیں مگر کڑمنگی اور اوکاڑوی وغیرہما کی باتیں ان لوگوں کے نزدیک حجت ہیں۔!!

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس صحیح، متواتر اور راوی کے عمل والی حدیث کے مقابلے میں انور اوکاڑوی نے ''**لا جمعة إلا بخطبة**'' یعنی خطبے کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا، والی ''روایت'' پیش کی ہے اور انور سے پہلے اس کے بھائی امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا تھا: ''رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا جمعة إلا بخطبة**'' (مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۶۹، الخیر شمارہ مذکورہ ص ۴۴، آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ ص ۴۰)

یہ روایت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہرگز نہیں بلکہ مالکیوں کی غیر مستند اور بے سند کتاب المدونہ میں ابن شہاب الزہری کی طرف منسوب ایک قول ہے کہ ''**بلغني**'' (ج ۱ ص ۱۴۷)

انور نے لکھا ہے: ''اور امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور جب تابعی یہ کہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت پہنچی ہے اور صحابی رضی اللہ عنہ کا غیر مدرک بالقیاس قول حکماً مرفوع ہوتا ہے اور اگر مرفوع حکمی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں تو کوئی حرج نہیں...'' (الخیر ج ۳۱ ش ۸ ص ۴۴)

اس بیت العنکبوت کا رد فقرات کی صورت میں پیشِ خدمت ہے:

۱) شیعوں کی الکافی کی طرح المدونۃ الکبریٰ کے شروع میں کوئی سند مذکور نہیں بلکہ ''**قال سحنون**'' کے ساتھ یہ کتاب شروع ہو رہی ہے۔ (دیکھئے ص ۲)

سرفراز خان کڑمنگی نے لکھا ہے:

''اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، دوسرا نسخہ ص ۴۰۳)

۲) اس بے سند کتاب المدونہ میں لکھا ہوا ہے کہ امام مالک نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فرمایا: مجھے یہ فرض نماز میں معلوم نہیں۔ اور وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے لیکن نوافل میں اگر قیام لمبا ہو تو جائز سمجھتے تھے۔ (ص ۷۶ ج ۱)

یہ بات امام مالک پر بہتان ہے اور اس کے برعکس موطأ امام مالک میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا باب باندھا ہوا ہے اور اس کے تحت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۸۔۱۵۹، وسندہ صحیح ورواہ البخاری: ۷۴۰)

۳) مدونہ میں اس مقطوع روایت کی سند میں عبداللہ بن وہب ثقہ مدلس ہیں اور روایت عن سے یعنی ضعیف و مردود ہے۔

ابن سعد نے انھیں مدلس قرار دیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ۷/ ۵۱۸)

٤) امام ابن شہاب الزہری کا (بشرطِ صحت) بلغنی کہنا اس بات کی حتمی دلیل نہیں کہ انھیں یہ روایت ضرور بالضرور کسی صحابی سے ہی پہنچی تھی، بلکہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو عین ممکن ہے کہ ان تک کسی تابعی کا قول پہنچا ہو اور عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ تابعین میں سے بعض ثقہ، بعض ضعیف و کذاب اور بعض مجہول بھی تھے، لہٰذا بلغنی سے استدلال مردود ہے۔

۵) انوراوکاڑوی بذاتِ خود نہ مجتہد ہیں اور نہ مفتی بلکہ ایک دیوبندی مقلد ہیں۔

فرقۂ تقلیدیہ کے محمد اعلیٰ تھانوی نے لکھا ہے:

" **و كذا رجوع العامي إلى المفتي أي إلى المجتهد** " اور اسی طرح عامی کا مفتی یعنی مجتہد کی طرف رجوع کرنا۔ (کشاف اصطلاحات الفنون ج ۲ ص ۱۱۷۸)

معلوم ہوا کہ جو مفتی ہو وہ مجتہد ہوتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ فقہاء کا اجماع ہے، مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب ہے۔ (ج ۳ ص ۳۰۸ باب ۱)

رضوان عزیز دیوبندی نے اس کے رد میں فتاویٰ عالمگیری سے آدھی عبارت کانٹ چھانٹ کر پیش کی ہے، جب کہ مکمل عبارت درج ذیل ہے:

" ذكر فی الملتقط و إذا كان صوابه أكثر من خطئه حل له أن يفتي و إن لم يكن من أهل الإجتهاد لايحل له أن يفتي إلا بطريق الحكاية فيحكي ما يحفظ من أقوال الفقهاء كذا فی الفصول العمادية ."

ملتقط میں ذکر کیا گیا اور اگر اس کی غلطیوں کے مقابلے میں صحیح باتیں زیادہ ہوں تو اس کے لئے فتویٰ دینا حلال ہے اور اگر وہ اہلِ اجتہاد میں سے نہ ہو تو اس کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں اِلا یہ کہ وہ فقہاء کے اقوال یاد کر کے ان میں بطورِ حکایت بیان کرے، فصول عمادیہ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ (۳/۳۰۸۔۳۰۹)

رضوان عزیز کے غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے پانچ جواب پیشِ خدمت ہیں:

۱: ہماری عبارت میں اجماع کا ذکر ہے جبکہ دوسرے عبارت میں اجماع کا نام ونشان نہیں۔

۲: ہمارا حوالہ فتاویٰ ظہیریہ کا ہے اور رضوان کا حوالہ فصولِ عمادیہ وملتقط کا ہے، لہٰذا یہ دونوں علیحدہ علیحدہ حوالے ہیں۔

۳: ہماری عبارت میں صراحتاً مفتی کا ذکر ہے اور دوسری عبارت میں مفتی نہیں بلکہ صرف فتویٰ دینے کا ذکر ہے۔ مفتی اور فتویٰ دینے میں فرق ہے۔

۴: رضوان عزیز وغیرہ اپنے بارے میں یہ پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں کہ وہ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں اور یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ملتقط وفصول عمادیہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں نہیں، لہٰذا اجماع کے مقابلے میں مقلدین کی طرف سے اپنے جیسے مقلدین کے حوالے باطل ومردود ہیں۔

۵: رضوان عزیز وغیرہ پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ یا پھر ابن فرقد و یعقوب سے ثابت کریں کہ مقلد بھی مفتی ہوسکتا ہے۔

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: " خیرالقرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہوگیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔" (تقریظ علی الکلام المفید ص ۳)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷۹ص ۲۶۔۲۷

جب ثابت ہو گیا کہ انوراوکاڑوی مجتہد یعنی مفتی نہیں تو اسے کس نے بتایا کہ امام زہری کی طرف منسوب یہ قول غیر مدرک بالقیاس ہے لہذا حکماً مرفوع ہے؟

اگر خواب نہیں دیکھی تو ابن فرقد کے استاد تک صحیح متصل سند پیش کی جائے۔

٦) امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے فرمایا:

" **كان رسول الله ﷺ إذا قال ولا الضالين جهر بآمين** " رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین کہتے تو آمین بالجہر کہتے تھے۔ (حدیث السراج ۲/۱۰۱ح ۴۱۶)

اس روایت کی امام زہری تک سند درج ذیل ہے:

" **ثنا إسحاق بن إبراهيم و أبو يحيى قالا : ثنا روح بن عبادة ثنا مالك** "

اسحاق بن ابراہیم عرف ابن راہویہ مشہور ثقہ امام ومجتہد ہیں اور ابو یحیی محمد بن عبدالرحیم البز ار عرف صاعقہ ثقہ حافظ اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

روح بن عبادہ صحیحین کے مرکزی راوی اور ثقہ فاضل صاحبِ تصانیف ہیں۔

امام مالک کسی تعارف کے محتاج نہیں، لہٰذا یہ سند امام زہری تک بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث میں ''غیر مدرک بالقیاس'' اور مرفوع حکماً والی بھی کوئی بات نہیں بلکہ یہ صراحتاً مرفوع ہے۔

کیا اوکاڑوی پارٹی اس حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے یا مدین والوں کی طرح ان کے لینے دینے کے پیمانے علیحدہ علیحدہ ہیں؟!

۷) امام زہری کی طرف منسوب غیر ثابت وضعیف السند مذکورہ روایت اول تو مرسل روایت نہیں بلکہ کسی نامعلوم قائل کا قول ہے اور اگر انور صاحب اسے مرسل قرار دینے پر بضد ہیں تو عرض ہے کہ امام زہری کی مراسیل (مرسل روایتیں) اضعف المراسیل (بہت زیادہ ضعیف مرسل روایتیں) ہیں۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " **مراسيل الزهري ليس بشيء** "

زہری کی مراسیل کچھ چیز نہیں۔ (المراسیل لابن ابی حاتم ص ۳ رقم ۲ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن سعید القطان زہری اور قتادہ کی مراسیل کو کچھ چیز بھی نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: "**هو بمنزلة الريح**" یہ ہوا کی طرح ہے۔ (ایضاً رقم ۱، وسندہ صحیح)

اگر انور صاحب یہ دعویٰ کریں کہ آلِ دیوبند تو مرسل روایتیں حجت مانتے ہیں۔!

تو عرض ہے کہ جہاں آلِ دیوبند کی مرضی ہو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی ہو وہاں مرسل کی حجیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور جہاں مرضی وخواہش کے خلاف ہو تو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ یہی لوگ مرسل کو رد کر دیتے ہیں۔

مثال اول: فقرہ نمبر ۶ کے تحت امام زہری کی مرسل حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین بالجہر کہتے تھے۔

مثال دوم: ثقہ تابعی امام طاؤ بن کیسان الیمانی (م ۱۰۶ھ) نے فرمایا:

"**كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدّ بهما على صدره وهو في الصلوٰة .**" رسول اللہ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر مضبوطی کے ساتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے تھے۔

(کتاب المراسیل لابی داود: ۳۴)

اس روایت کی سند سلیمان بن موسیٰ تک صحیح لذاتہ ہے اور سلیمان مذکور جمہور کے نزدیک موثق ہیں۔ (دیکھئے سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن ۲/ ۸۹، اور راقم الحروف کی کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۳۶۔۳۷)

اس مرسل کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے، جن کی تفصیل کے لئے میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

مثال سوم: مشہور ثقہ تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک آدمی نے نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر جب نبی ﷺ نے نماز ادا کر دی (یعنی سلام پھیر دیا) تو اس آدمی نے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دو رکعتیں کیا ہیں؟ تو اس

نے کہا: یارسول اللہ! میں آیا اور آپ نماز میں تھے، میں نے صبح سے پہلے (والی) دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں لہٰذا میں نے اسے ناپسند کیا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں اور میں یہ دو رکعتیں پڑھوں۔ پھر جب آپ (یا میں) نے نماز مکمل کی تو میں نے نماز پڑھ لی، پس رسول اللہ ﷺ ہنسے۔ نہ اسے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ اسے اس سے منع فرمایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۴ ح ۶۴۴۰)

اس مرسل روایت کی سند امام عطاء بن ابی رباح تک صحیح لذاتہ ہے اور صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان وغیرہما میں اس کے شواہد بھی ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: ہدیۃ المسلمین ص ۵۸ ح ۲۴)

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ جس شخص کی دو سنتیں رہ جائیں تو وہ یہ سنتیں نہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پڑھے اور نہ طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔ (دیکھئے الہدایہ ۱/ ۱۵۶، باب ادراک الفریضۃ، ابن فرقد کی طرف منسوب کتاب الرد علیٰ اہل المدینۃ یعنی کتاب الحجۃ ۱/ ۲۰۸)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کتاب الرد علیٰ ابی حنیفہ میں امام عطاء کی مذکورہ مرسل روایت ذکر کر کے یہ فرماتے ہوئے لطیف رد فرمایا: ''**و ذكر أن أبا حنيفة قال: ليس عليه أن يقضيهما**'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴/ ۲۳۹۔۲۴۰)

مثال چہارم: ثقہ تابعی امام خالد بن معدان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**فضّلت سورة الحج على القرآن بسجدتين**'' سورۃ الحج کو (باقی) قرآن پر دو سجدوں کے ساتھ فضیلت حاصل ہے۔ (کتاب المراسیل لابی داود: ۷۶)

خالد بن معدان تک اس کی سند صحیح ہے، نیز اس کے کئی شواہد بھی ہیں اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں لیکن محمد تقی عثمانی نے کہا:

''اور حنیفہ کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ ہے اور سورۂ حج میں بھی صرف ایک سجدہ ہے۔''

(درس ترمذی ۲/ ۳۶۲۔۳۶۳)

مثال پنجم: یحییٰ بن ابی کثیر عن محمد بن ابراہیم (بن الحارث التیمی) عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن وسلیمان بن یسار کی سند سے روایت ہے کہ ''**أنه بلغهما أن النبي ﷺ قال:**

الأضاحي إلٰى هلال المحرم لمن أراد أن يستأني ذلك "ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (بن عوف) اور سلیمان بن یسار (ثقہ تابعین) کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص انتظار کرکے قربانی لیٹ کرنا چاہے تو یکم محرم تک قربانی کرسکتا ہے۔ (المراسیل لابی داود: ۳۶۷۔۳۶۸، سنن دارقطنی ۴/ ۲۷۵ ح ۴۶۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۹۷، المحلی ۷/ ۳۷۹ مسئلہ ۹۸۲)

حافظ ابن حزم نے یہ روایت نقل کرکے لکھا ہے:

" **و هذا من أحسن المراسيل و أصحها ..**"

یہ مرسل روایات میں سے بہترین اور صحیح ترین روایت ہے۔ (المحلی ۷/ ۳۷۹)

حنفیوں اور مالکیوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ اس روایت کے مطابق فتویٰ دیں، ورنہ وہ تناقض کا شکار ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ روایت مذکورہ میں یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، تو اس کے دو جواب ہیں:

۱: حنفیہ اپنی مرضی کی مدلّس و معنعن روایات حجت سمجھتے ہیں لہٰذا ان کی طرف سے تدلیس کا اعتراض غلط ہے۔

۲: بعض لوگ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کو "وحی الٰہی" کی طرح سمجھتے ہیں لہٰذا عرض ہے کہ یحییٰ مذکور طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۲/۶۳)

☆ چونکہ اس سند میں ایک مدلس راوی آ گئے ہیں لہٰذا اسی نمبر کے تحت دوسری روایت پیشِ خدمت ہے:

سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (زندہ) حیوان کو گوشت کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا۔

(موطأ امام مالک ۲/ ۶۵۵ ح ۱۳۹۶، کتاب المراسیل لابی داود: ۲/۱۶۶)

اس روایت کی سند سعید بن المسیب تک بالکل صحیح ہے۔

اس کے مقابلے میں ہدایہ میں لکھا ہوا ہے:

" ويجوز بيع اللحم بالحيوان عند أبي حنيفة و أبي يوسف ..."ابوحنیفہ اورابو یوسف کے نزدیک گوشت کے بدلے میں حیوان بیچنا جائز ہے۔ (اخیرین ص۸۲ باب الربا)

مثال ششم: سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" من ضرب أباه فاقتلوه "جوشخص اپنے باپ کو مارے پیٹے تو اسے قتل کردو۔

(المراسیل لابی داود:۴۸۱)

اس روایت کی سند سعید بن المسیب تک صحیح ہے، لہٰذا عرض ہے کہ کیا کسی حنفی یا دیوبندی "عالم" میں یہ ہمت وجراءت ہے کہ وہ اس مرسل روایت کے الفاظ ومفہوم کے مطابق فتویٰ دے دے؟!

مثال ہفتم: عکرمہ (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو (سجدے میں) زمین پر اپنی ناک نہیں لگاتا تھا۔

آپ نے فرمایا:" من صلّى صلاة لا يصيب الأنف ما يصيب الجبين لم تقبل صلاته "جوشخص ایسی نماز پڑھتا ہے، جس میں ناک وہاں (یعنی زمین پر) نہیں لگتی جہاں لگتی ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۲ ح ۲۶۹۵)

عکرمہ تک سند صحیح ہے۔ (نیز دیکھئے المراسیل لابی داود:۴۶)

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ نے کیا فرمایا؟ ہدایہ سے بطورِ الزامی دلیل پیش خدمت ہے:

" و سجد علىٰ أنفه و جبهته لأن النبي عليه السلام واظب عليه فإن اقتصر علىٰ أحدهما جاز عند أبي حنيفة و قالا: لا يجوز ..." ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار فرمائی، پس اگر کسی ایک پر بھی اکتفاء کرلے تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور دونوں (ابن فرقد ویعقوب) نے کہا: جائز نہیں۔ (اولین ص۱۰۸، باب صفۃ الصلوٰۃ)

مثال ہشتم: امام ابوقلابہ الجرمی الشامی رحمہ اللہ (ثقہ تابعی، متوفی ۱۰۴ھ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا اپنے امام کی

قراءت کے وقت تم اپنی نمازوں میں قراءت کرتے ہو؟

پھر جب صحابہ نے کہا کہ ہم ایسا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: " **فلا تفعلوا ولیقرأ أحدکم بفاتحة الکتاب في نفسه** " پس ایسا نہ کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنے دل میں (یعنی سراً) سورۂ فاتحہ پڑھے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی:۱۴۸)

اس روایت کی سند ابوقلابہ تک بالکل صحیح ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریہ ص ۷۱ طبع اگست ۲۰۱۱ء)

فی نفسک کی تشریح میں شاہ ولی اللہ حنفی دہلوی نے لکھا ہے:

"یعنی آہستہ بخواند" یعنی آہستہ پڑھ۔ (مصفیٰ فارسی ج۱ ص۱۰۶)

مثال نہم: ابوبردہ رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" **لا نکاح إلا بولي** " ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ۳/ ۹، سنن الترمذی: ۱۱۰۲، وسندہ صحیح، إلی أبي بردة رحمه الله)

اس روایت کی سند ابوبردہ تک صحیح ہے اور اس کے صحیح شواہد بھی ہیں لیکن آلِ دیوبند یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔!!

مثال دہم: حافظ ابن حبان نے لکھا ہے: " **أخبرنا الفضل بن الحسین بھمذان قال: حدثنا یحیی بن عبد اللّٰہ بن ماھان عن ابن عیینة قال: حدثت أبا حنیفة بحدیث عن النبي علیه الصلوٰة والسلام فقال: بُل علی ھذا** " سفیان بن عیینہ (رحمہ اللہ، ثقہ امام) سے روایت ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کے سامنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث بیان کی تو اس نے کہا: اس پر پیشاب کرو۔ (المجروحین ۳/ ۷۰)

روایت مذکورہ میں الفضل بن الحسین ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۲۴/ ۲۱۳)

اُن کے استاذ یحییٰ بن عبداللہ بن ماہان الکرابیسی ثقہ ہیں۔

(المستدرک للحاکم ۱/ ۱۸۲ ح ۶۴۵، الارشاد للخلیلی ۲/ ۶۵۱ ت ۳۹۴)

امام سفیان بن عیینہ اگرچہ مدلس ہیں لیکن اس روایت میں سماع کی تصریح موجود ہے۔

اس روایت میں وجۂ ضعف صرف یہ ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ الکرابیسی کی امام سفیان بن عیینہ سے ملاقات یا عدمِ ملاقات کی صراحت نہیں ملی اور نہ صراحتاً معاصرت ثابت ہے، لہٰذا اس سند میں انقطاع یعنی ارسال کا شبہ ہے۔

کیا انوراوکاڑوی اور آلِ دیوبندان مذکورہ مراسیل کو حجت تسلیم کرتے ہیں؟!

اگر نہیں تو پھر دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور غیر ثابت کتاب کی مردود روایت کو غیر مدرک بالقیاس اور مرفوع حکماً بنانے کی کوشش چھوڑ دیں۔

مرسل کے حجت نہ ہونے کی عظیم الشان دلیل: امام محمد بن سیرین البصری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) نے فرمایا: "**مکثت عشرین سنة یحدثني من لا أتهم أن ابن عمر طلّق امرأته ثلاثًا و هي حائض**" میں نے بیس سال گزارے، مجھے ایسا آدمی حدیث سناتا جسے میں متہم نہیں سمجھتا تھا کہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور وہ حائضہ تھی۔ (صحیح مسلم:۱۴۷۱[۳۶۶۱])

جب بعد میں تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ انھوں نے صرف ایک طلاق دی تھی۔

اس ایک حدیث سے ہی یہ ظاہر ہے کہ ثقہ تابعی کی مرسل بھی حجت نہیں، ورنہ آلِ دیوبند کو چاہئے کہ درج ذیل عبارت پر اپنے تصدیقی دستخط کر دیں:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور وہ حالتِ حیض میں تھیں، پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا۔

آلِ دیوبند بہت سی صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ احادیث نہیں مانتے، مرفوع صریحاً سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں اور دوسری طرف بے سند و غیر ثابت روایات کو مرفوع حکماً بنانے کے چکر میں ہیں، لہٰذا چند صحیح آثارِ صحابہ پیشِ خدمت ہیں جو مرفوع حکماً ہیں اور آلِ دیوبندان آثار کے مخالف ہیں:

۱: سیدنا و مولانا علی رضی اللہ عنہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ (الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۲)

۲: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری:۳۷۶۴)

نیز سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری:۶۳۵۶)

۳: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۶)

۴: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اگر نماز میں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اشارے سے دینا چاہیے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۵۹)

۵: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تین وتر دو سلاموں سے پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری:۹۹۱)

کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ نماز یعنی دین کے ان اہم مسائل کو صحابۂ کرام نے اپنے اجتہاد و رائے سے بنالیا تھا اور ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دلیل موجود نہیں تھی؟!

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ا ص ۲۰۰۔۲۱۲)

اس مضمون کا جواب تمام آلِ دیوبند پر قرض ہے۔

آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ:

راقم الحروف نے ''آلِ دیوبند کے تین سو (۳۰۰) جھوٹ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مارچ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ اکاذیبِ آلِ دیوبند سے متعلقہ اس کتاب کے ابواب کا نظارہ درج ذیل ہے:

۹:    انوارخورشید کے تیس جھوٹ (ص ۱۲۳)

۱۰:    آلِ دیوبند کے چھتیس جھوٹ (ص ۱۴۶)

کل تعداد: ۳۰۰ جھوٹ

اس کتاب کا جواب تو (ہمارے علم کے مطابق) کہیں سے بھی نہیں آیا اور اب انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''...جس میں کتابت کی غلطیاں اور سہو ونسیان اور شاذ اقوال کو ذکر کر کے ''جھوٹ'' کے عنوان سے انہیں شائع کر دیا اور بعض عبارات کا مفہوم بدل ڈالا، جس کی ایک مثال مندرجہ بالا عبارت ہے جس کو اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۲ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے''

(ماہنامہ الخیر ج ۳۱ ش ۸ ص ۴۴)

''مندرجہ بالا'' سے مراد یہ ہے کہ مالکیوں کی (غیر مستند وغیر ثابت) کتاب المدونہ میں (ضعیف سند کے ساتھ) امام ابن شہاب زہری کا قول ''بلغني'' لکھا ہوا ہے۔!

ہمارے اس مضمون میں انور صاحب کا مدلل ومفصل رد گزر چکا ہے اور اب ان سے مطالبہ ہے کہ وہ اصل حوالہ پیش کریں جس میں ان کے بقول راقم الحروف نے اوکاڑوی عبارت کا مفہوم بدل دیا ہے، حالانکہ اوکاڑوی اینڈ پارٹی نے ''مرفوع صریحاً'' والی عبارت کو بدل کر ''مرفوع حکماً'' ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کتاب مذکور میں نہ تو کتابت کی غلطیوں اور سہو ونسیان کو جھوٹ قرار دیا گیا ہے اور نہ شاذ اقوال سے استدلال کیا ہے۔

اس کتاب سے چار (۴) حوالے بطور یاددہانی ومکرر پیشِ خدمت ہیں:

۱:    نانوتوی نے کہا:

''لہٰذا میں نے جھوٹ بولا (اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا)''

(حکایات اولیاء: ۳۹۱، آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ، جھوٹ نمبر ۱ ص ۲۱)

اس میں کون سی عبارت بدل گئی ہے؟ انور صاحب نشان دہی کریں!

۲:    اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے'' (مسعودی فرقہ کے اعتراضات کے جوابات ص ۴۱۔۴۲، آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ، اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۱ ص ۴۰، تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۴۰۲)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بنیادی راوی امام احمد بن سعید بن صخر الدارمی رحمہ اللہ کو محدثین نے ثقہ کہا اور ہمارے علم کے مطابق کسی ایک نے بھی انھیں مجسمہ فرقے کا بدعتی قرار نہیں دیا، لہٰذا آنجہانی امین اوکاڑوی کے ایں جہانی بھائی انور اوکاڑوی سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ معتبر وصریح حوالہ پیش کریں جس میں احمد بن سعید الدارمی کو مجسمہ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر پیش نہ کر سکیں تو ثابت ہوا کہ امین اوکاڑوی اور انور اوکاڑوی دونوں جھوٹے ہیں۔

۳: امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا:

''قرآن پاک میں واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن سیر کرتے کرتے سمندر کی طرف جا نکلے وہاں کیا دیکھا کہ ایک انسانی لاش پڑی ہے، اسے مچھلیاں اور مگرمچھ بھی کھا رہے ہیں، کوے اور چیلیں بھی کھا رہے ہیں، اور کچھ ذرات زمین میں بھی ملتے جا رہے ہیں۔'' (فتوحاتِ صفدر ج ۳ ص ۳۶۵)

قرآنِ پاک میں یہ واقعہ بالکل موجود نہیں لہٰذا اوکاڑوی نے قرآن پاک پر صریح جھوٹ بولا ہے۔ (آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ، اوکاڑوی جھوٹ نمبر ۱ ص ۱۰۷)

انور صاحب! اپنے بھائی کا یہ حوالہ قرآن مجید سے پیش کریں، ورنہ یہ اعتراف کریں کہ امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے۔

۴: ایک بانیٔ مذہب کا اور دو اوکاڑوی کے جھوٹوں کے بعد اب قافلۂ باطل کا جھوٹ نمبر ۱ پیش خدمت ہے:

سیف اللہ سیفی دیوبندی نے لکھا: ''حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا لہٰذا بیس تراویح کا منکر اجماع کا منکر ہے اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، لازم ہے تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت۔ کا منکر دوزخی ہے (فتاویٰ نذیریہ ص ۶۳۴ ج ۱) اس کے جواب میں آج کا غیر مقلد کہتا ہے کہ کیا میں ان

کو مقلد ہوں؟'' (قافلہ ج ا شمارہ ۴ص ۵۵)

سیفی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے کہ ''بیس تراویح پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا لہٰذا بیس تراویح کا منکر اجماع کا منکر ہے...دوزخی ہے۔'' حالانکہ فتاویٰ نذیریہ (ج اص ۶۳۴) میں اس مفہوم کی عبارت کے آخر میں ''العبد المجیب محمد وصیت مدرس مدرسہ حسین بخش'' کا نام لکھا ہوا ہے جو کہ اہلِ حدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا۔ مدرسہ ''حسین بخش'' کے اس محمد وصیت نامی شخص پر رد کرتے ہوئے سید محمد نذیر حسین الدہلوی رحمہ اللہ نے اسی فتوے کے متصل بعد اگلے صفحے پر لکھا:

''سوال مذکور کا یہ جواب جو مجیب نے لکھا ہے بالکل غلط ہے...'' (فتاویٰ نذیریہ ج اص ۶۳۵)

ثابت ہوا کہ سیفی دیوبندی نے جھوٹ بولتے ہوئے مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ سے وہ بات منسوب کی ہے جسے انھوں نے علانیہ ''بالکل غلط'' قرار دیا تھا۔

مشہور و مطبوع کتاب کے حوالے میں جھوٹ بولنے والے اپنی نجی محفلوں میں کیا کیا جھوٹ نہ بولتے ہوں گے؟! (آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ، جھوٹ نمبر اص ۷۰۔۷۱)

ان صریح جھوٹوں کو ''کتابت کی غلطیاں، سہو و نسیان، شاذ اقوال اور بعض عبارات کا مفہوم بدل ڈالا'' کہنا بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹ ہے۔

راقم الحروف نے ۹/ محرم ۱۴۲۷ھ (۲۰۰۶ء) کو ''انوار اوکاڑوی صاحب کے جواب میں'' کے نام سے ایک تحقیقی مضمون لکھا تھا، جو ماہنامہ الحدیث حضرو کے دو شماروں میں شائع ہوا۔ (ش ۲۲، ۲۳)

نیز دیکھئے تحقیقی مقالات (ج اص ۵۸۴۔۶۰۶)

ہمارے علم کے مطابق اس کا جواب آج تک نہیں آیا، لہٰذا انوار اوکاڑوی سے مطالبہ ہے کہ نامِ نہاد ''مفتی'' بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ ہمارے سابقہ مضمون، حالیہ مضمون اور آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ (کتاب) کا مکمل جواب لکھیں۔

و ما علینا إلا البلاغ (۱۷/ جون ۲۰۱۳ء)